شاہد حسین رزاقی

ایتھنز اور اسکا جمہوری نظام

جمہوری نظام اور جمہوری افکار کی جن ترقیوں کی بدولت قدیم یونان کو تاریخ عالم میں ایک ممتاز مرتبہ حاصل ہوا اور جو آگے چل کر مختلف اقوام کی تہذیب و تمدن کی اساس بنیں ان کا سب سے بڑا مرکز ایتھنز تھا۔ ایتھنز کی شہری مملکت ہی وہ چھوٹی سی ریاست تھی جس کی عظمت کے اعتراف میں دنیا نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا اور جس کے مدبروں اور حکمرانوں کے قائم کردہ نظام اور جس کے مفکروں کے پیش کردہ نظریات آج بھی جمہوریت کا مایہ ناز سرمایہ ہیں۔ مملکت ایتھنز کو یہ بلند مرتبہ صدیوں کی تدریجی ترقی کے بعد حاصل ہوا۔ دوسری یونانی ریاستوں کی طرح ایتھنز میں بھی پہلے ملوکیت تھی اور صدیوں کے بعد جمہوریت قائم ہوئی ۱۰۶۶ء ق م میں ایتھنز کا آخری بادشاہ کوڈرس مر گیا اور اس کی وفات کے بعد نظام حکومت میں یہ اہم تبدیلی کی گئی کہ حکمران کو بادشاہ کے بجائے آرکن کہا جانے لگا اور اس کو امراء منتخب کرنے لگے۔ آرکن زندگی بھر کے لئے حکمران بنایا جاتا تھا اور اس کا شاہی خاندان سے ہونا لازمی تھا ۷۵۲ء ق م میں آرکن کی مدت حکمرانی دس سال کر دی گئی ۷۱۲ء ق م میں آرکن کے لئے شاہی خاندان سے تعلق کی پابندی ختم کر دی گئی اور تمام امراء کو اس عہدہ کے لئے امیدوار ہونے کا مجاز قرار دیا گیا ۶۸۳ء ق م میں ایک اور اہم تبدیلی ہوئی اور طبقہ امراء میں سے نو آرکن منتخب کئے جانے لگے جن میں سے ہر ایک آرکن صرف ایک سال کے لئے عہدہ حکومت ہوتا تھا۔ اس طرح حکمران مملکت کے ایسے چیف مجسٹریٹ یا اعلیٰ ترین عہدہ دار بنا دیئے گئے جن کا انتخاب کیا جاتا تھا اور یہ جمہوریت کی طرف ایک اہم قدم تھا۔ اس کے بعد ایتھنز میں جمہوریت کو دو چیزوں سے غیر معمولی تقویت ہوئی۔ ایک تو امراء کی خودسرانہ حکومت اور دوسرے عام معاشی بدحالی۔ امراء کی خودسری کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام ایسے مجموعہ قوانین کی اشاعت کا مطالبہ کرنے لگے جن کے مطابق امراء مقدمات کا فیصلہ کریں اور مختلف جرائم کی سزائیں بھی متعین ہو جائیں۔ اس روز افزوں مطالبہ کا نتیجہ ۶۲۱ء ق م میں قوانین ڈریکو کی اشاعت کی شکل میں نکلا۔ ایتھنز کے اس نامور مقنن نے دستور میں تو کوئی تبدیلی نہیں کی لیکن قوانین، طریق نفاذ اور سزاؤں کا اس طرح تعین کر دیا کہ امراء قانون کو کھینچ تان کر اپنے مفاد کے مطابق اس کی تاویل نہ کر سکیں اور مجرموں کو من مانی سزائیں نہ دے سکیں، قوانین ڈریکو سے جمہوری حقوق کے لئے ایک اہم مطالبہ تو پورا ہو گیا۔ لیکن معاشی بدحالی کو دور کرنے کا مسئلہ حل کرنا آسان نہ تھا۔ کیونکہ اس کی جڑیں بہت گہری تھیں اور مدت دراز کی معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں نے اقتصادی بنیادوں پر شدید کشمکش پیدا کر دی تھی۔

ساتویں صدی قبل مسیح تمام یونانی ریاستوں میں اہم تبدیلیوں کا دور تھی۔ یونانی شہروں نے بہت ترقی کر لی تھی۔ بحر اسود اور سسلی تک ان کی نو آبادیاں قائم ہو گئی تھیں۔ جہاز رانی میں ترقی کی وجہ سے تجارت بہت پھیل گئی تھی اور تاجروں کا متمول

طبقہ بن گیا تھا۔ ایتھنز میں امرا کا طبقہ بڑے زمینداروں پر مشتمل تھا اور زمین ہی ان کی وہ دولت تھی جس کی بنا پر انہیں بہت سے سیاسی
حقوق اور مراعات حاصل تھے۔ تاجروں کا نیا دولت مند طبقہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے بڑی کشمکش شروع ہو گئی کیونکہ حکومت میں اس
طبقہ کا کوئی حصہ نہ تھا اور تاجروں کی یہ خواہش تھی کہ ان کی اہمیت کو تسلیم کر کے حکومت میں انہیں بھی حصہ دیا جائے۔ دوسری طرف
کاشتکاروں کا طبقہ اپنی روز افزوں مشکلات کی وجہ سے نالاں تھا۔ اسی زمانہ میں سکہ بھی جاری کیا گیا جس کو حاصل کرنا بہت دشوار تھا
اور سکہ کی شدید قلت نے کاشتکاروں کو دولت مندوں سے قرض لینے پر مجبور کر دیا۔ یہ لوگ کاشتکاروں کی زمینیں رہن رکھ کر بہت زیادہ
شرح سود پر قرض دیتے تھے اور اگر زمین ناکافی ہوتی تو خود کاشتکار کو غلام بنا لیتے تھے۔ قرض حاصل کرنے یا قرض ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے
غلام بن جانے کا یہ نیا طریقہ رفتہ رفتہ بہت پھیل گیا اور آزاد کاشتکاروں کی بڑی تعداد کو یا تو غلاموں کی حیثیت سے اپنے آقاؤں
کی زمینوں پر کام کرنے کے لئے مجبور کیا گیا یا ان کو دوسرے ملکوں میں فروخت کر دیا گیا۔ اس صورت حال نے یونان میں سیاسی اور
معاشری مشکلات پیدا کر دیں اور کچھ اولوالعزم اشخاص غیر مطمئن باشندوں کے حامی اور رہنما بن کر آگے بڑھے اور ان کی امداد سے اقتدار
حاصل کر کے جابر بن گئے۔ ایتھنز میں بھی اسی طرح جابریت قائم کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن ان کو ناکام بنا دیا گیا۔ تاہم اہل ایتھنز کو یہ خطرہ
تھا کہ اگر صورت حال کی اصلاح نہ کی گئی تو ایتھنز میں بھی جابریت قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ یونان قدیم کے ایک عظیم مصلح اور محب وطن
سولن کو ۵۹۴ ق م میں آرکن بنایا گیا اور اس کو وسیع اختیارات دیئے گئے تا کہ وہ ایتھنز میں طبقہ داری کشمکش اور معاشی و سیاسی
بحران کو ختم کر دے۔ سولن کا تعلق ایتھنز کے ایک اعلیٰ خاندان سے تھا۔ وہ بہت بڑا زمیندار، تاجر اور نامور فلسفی، مدبر اور مقنن تھا
شہریوں کو اس کی حب الوطنی اور دیانت پر بہت اعتماد تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ سولن ہی ایک ایسا شخص ہے جو ایتھنز کو مشکلات
سے نجات دلا سکتا ہے۔ سولن نے سب سے پہلے ہر قسم کے قرضوں کو ساقط کر دیا۔ رہن شدہ زمینیں کاشتکاروں کو واپس دے دی
گئیں اور قرض لینے کی وجہ سے جو شہری غلام بنا لئے گئے تھے وہ آزاد کر دیئے گئے نیز آئندہ کیلئے غلام بنا کر قرض دینے کا طریقہ
ممنوع کر دیا گیا۔ ایک اور قانون بنا کر سولن نے سکہ اور اوزان میں ضروری تبدیلیاں کیں اور باہر سے آکر ایتھنز میں آباد ہونے والے
صناعوں کو شہری حقوق دے کر صنعت و تجارت کو بہت فروغ دیا۔ اس کے بعد وہ سیاسی اصلاحات پر متوجہ ہوا۔ ایتھنز کی آبادی
زمین کی ملکیت کے اعتبار سے چار طبقوں میں منقسم تھی۔ سولن نے اس تقسیم کو اپنی دستوری اصلاحات کی بنیاد بنایا اور حکومتی اقتدار
اور ذمہ داریوں کو اس طرح تقسیم کیا کہ دولت مند طبقہ کو سب سے زیادہ اقتدار بھی ملے اور اسی پر سب سے زیادہ ذمہ داریاں بھی
عاید ہوں۔ حکومت کے تمام عہدہ داروں کو منتخب کرنے کے لئے رائے دینے کا حق تو تمام شہریوں کو دیا گیا لیکن اعلیٰ ترین عہدوں کے
لئے امیدوار ہونے کا حق صرف اعلیٰ طبقہ کو ملا۔ اور سب سے غریب طبقہ ہر ایک عہدہ پر تقرر کے حق سے محروم رہا۔ لیکن
اس محرومی کے ساتھ ہی غربا کو ہر قسم کے محاصل سے بھی مستثنیٰ کر دیا گیا۔ دوسرے طبقے اپنی دولت کے تناسب سے مقررہ کردہ شرح محصول
ادا کرتے تھے اور اسی تناسب سے ان کے حقوق بھی متعین کئے گئے تھے۔

نظام حکومت کی اصلاح کے ضمن میں سولن کا اہم کارنامہ مجلس چہار صد کا قیام تھا۔ سولن نے یہ اصول بنایا کہ آبادی کے چار طبقے

ایک ایک سو اراکین کا انتخاب کریں اور ان چار سو نمائندوں پر مشتمل ایک ایسی مجلس ہو جو ایک سال کے لئے حکومت کے داخلی، خارجی، مالیاتی اور انتظامی کام انجام دیا کرے۔ ایتھنز میں ملوکیت اور اعیانیت کے زمانہ میں بھی کسی نہ کسی قسم کی مجلس موجود رہتی تھی لیکن سولن کی یہ مجلس منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل تھی۔ سولن نے تمام عہدوں کو بھی انتخابی بنا دیا اور عوام کو عہدہ داروں سے محاسبہ کرنے کا حق دیا۔ اس کے علاوہ تمام شہریوں پر مشتمل عدالت اور جیوری قائم کیں اور ان کے مجسٹریٹوں سے محاسبہ کرنے کا اختیار بھی دیا۔

سولن کا ایتھنز قدیمی، اعیانی اور جمہوری عناصر کا امتزاج تھا۔ ارسطو نے مجلس چہار صد اور عوامی عدالتوں کو بہت اہمیت دی ہے اور اس کی اصلاحات کا رجحان جمہوریت کی طرف تھا اور اس نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ایتھنز میں جمہوریت کی ترقی کی راہ ہموار ہو گئی۔ اس طرح سولن اس جمہوری نظام کا بانی ثابت ہوا جو پرکلیز کی یہ رائے ہے کہ سولن کے عہد میں عروج کو پہنچ گیا۔

سولن کا مقصد یہ تھا کہ ایتھنز میں وہ حالات ختم ہو جائیں جن کا نتیجہ دوسری ریاستوں میں جابریت کے قیام کی شکل میں نکلا تھا۔ لیکن وہ اپنے اس مقصد میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا۔ امرا کا طبقہ شاکی تھا کہ خود اس طبقہ کے ایک فرد نے ان کو طاقت اور حقوق سے محروم کر دیا۔ اور دوسری طرف غریب طبقہ بھی جو بہت زیادہ تبدیلیوں کا خواہشمند تھا، سولن کی اعتدال پسندی سے خوش نہ تھا۔ یہ بے اطمینانی رنگ لائی اور اس ریاست کی آبادی تین گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک تو پہاڑی علاقوں کے لوگ جو غریب اور انقلاب پسند تھے۔ دوسرے میدانوں کے باشندے جو دولت مند اور رجعت پسند تھے اور تیسرے ساحلی علاقوں کے باشندے جو دولت کے اعتبار سے اوسط درجہ کے اور سیاسیات میں اعتدال پسند تھے۔ غریب انقلابی طبقہ کو ایک قابل رہنما پسسٹراٹس مل گیا جو اعلیٰ طبقے میں پیدا ہوا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ غریب طبقہ کی امداد سے جابر بن جائے۔ پسسٹراٹس غیر معمولی فوجی قابلیت رکھتا تھا اور ادنیٰ طبقہ کی مدد سے اپنا اقتدار بڑھانے لگا۔ سولن نے اہل ایتھنز کو جابریت قائم ہو جانے کے خطرہ سے آگاہ کیا لیکن شنوائی نہ ہوئی اور آخرکار پسسٹراٹس نے اپنے محافظ دستہ کی مدد سے سنہ ۵۶۰ ق م میں حکومت پر قبضہ کر لیا۔ پسسٹراٹس نے سولن کے نافذ کردہ دستور کی ظاہری شکل تو برقرار رکھی لیکن عملاً مطلق العنان حکمران اور جابر بن گیا۔ مجلس کے جلسے ہوتے تھے لیکن وہاں کوئی بات بھی اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو سکتی تھی اور نظام حکومت پر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ پسسٹراٹس غریب طبقہ کا ہمدرد تھا۔ اس نے چھوٹے کاشتکاروں پر محاصل کا بار ہلکا کر دیا اور عام باشندوں کی بہتری کے کام بھی کئے۔ لیکن بڑے امرا پر بہت سختیاں کیں چنانچہ کئی امرا، ایتھنز چھوڑ کر چلے گئے۔ پسسٹراٹس نے ایتھنز کو خوشنما اور باعظمت بنانے کے لئے بہت کام کیا۔ اس کے عہد میں سیاسی حقوق ختم کر دیئے گئے تھے لیکن معاشی خوشحالی میں بہت اضافہ ہوا اور علم و ہنر، فنون لطیفہ اور ادب نے بہت ترقی کی۔

۵۲۷ ق م میں پسسٹراٹس مر گیا اور اس کے لڑکے جانشین ہوئے لیکن یہ نااہل تھے اور ان کی کمزوری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایتھنز میں شدید کشمکش شروع ہو گئی۔ امرا یہ چاہتے تھے کہ سولن کے عہد سے پہلے ان کو جو حقوق و مراعات حاصل تھے وہ پھر مل جائیں اور عوام کی یہ خواہش تھی کہ سولن نے جو کام کیا تھا اس کو آگے بڑھا کر جمہوریت کو ترقی دی جائے۔ امرا کا ایک سردار کلیس تھینز تھا جس کا تعلق ایتھنز کے ایک ممتاز ترین خاندان سے تھا۔ کچھ امرا اس کے مخالف تھے اور انہوں نے اس کو شکست دی۔ کلیس تھینز نے ایک جمہوری

پارٹی قائم کر کے عوام کی حمایت شروع کر دی اور ان کی امداد سے کامیاب ہو گیا۔ اس کی یہ کامیابی جمہوریت کی ایک اور بڑی کامیابی تھی۔ کلیس تھینز کی اصلاحات نے جمہوریت کو بہت آگے بڑھا دیا۔ سب سے پہلے تو اس نے طبقہ امرا کا سیاسی اقتدار توڑ کر ان کے حقوق و مراعات ختم کر دیئے، پھر پرانے قبائل کو توڑ کر نیا قبائلی نظام قائم کیا۔ پوری ریاست دس حلقوں میں تقسیم کر دی گئی اور دس دس حلقوں کو ملا کر ایک ایک علاقہ بنایا گیا۔ ہر علاقہ کے تمام باشندوں کو ایک قبیلہ قرار دیا گیا۔ اس طرح دس قبیلے بن گئے جو کسی طبقہ کی بجائے ایک علاقے کے تمام باشندوں پر مشتمل تھے۔ اور ان میں یہ احساس پیدا کیا گیا تھا کہ وہ اپنے قبیلہ کو جدا گانہ طبقہ تصور کرنے کے بجائے تمام قوم کا جزو سمجھیں اور قبائلی تفریق پر قومی اتحاد کو ترجیح دیں۔ یہی قبائل جدید سیاسی اکائیاں قرار دیئے گئے۔ کلیس تھینز نے مجلس کی تعداد چار سو سے بڑھا کر پانچ سو کر دی اور ہر قبیلہ اس مجلس کے لئے اپنے پچاس نمائندے منتخب کرتا تھا۔ عام رائے دہی کا طریقہ نافذ کیا گیا۔ اور سینیٹ کے لئے امرا کا انتخاب بھی قبائل ہی کرنے لگے۔ قبائل اور مجالس کی جمہوری تنظیم کے علاوہ کلیس تھینز نے مقامی حکومت کا نظام بھی قائم کیا جس کی اکائی مواضعات تھے اور جن کو حقوق دے کر تیس مجموعوں کی شکل میں منظم کر دیا گیا تھا۔

کلیس تھینز کے عہد میں قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کیا گیا جو آگے چل کر یونانی جمہوریت کا ایک اہم ترین اصول بن گیا۔ اس کے علاوہ اس نے جابروں کا انسداد کرنے کے لئے جلاوطنی کا طریقہ بھی اختیار کیا۔ کلیس تھینز یہ چاہتا تھا کہ ہر دلعزیز عوامی رہنما جابر نہ بن سکے اور جمہوریت کے لئے آئندہ خطرات پیدا ہوں۔ اور ایسے شخص کو، جو قانونی طور پر اقتدار حاصل کر رہا ہو لیکن جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ با اقتدار ہو کر جابر بن جائے گا، دس سال کے لئے جلاوطن کیا جا سکے۔ اس طریقہ کے مطابق تمام شہریوں کو جمع کر کے یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ کیا وہ کسی شخص کو جلاوطن کرنا چاہتے ہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو اس کے لئے ایک دن مقرر کر دیا جاتا۔ ہر شخص کو ایک تختی دی جاتی جس پر وہ ان لوگوں کے نام لکھ دیتا جن کو جلاوطن کرنا مقصود ہوتا۔ پھر یہ تختیاں جمع کر لی جاتیں اور ان کی تعداد چھ ہزار یا اس سے زیادہ ہوتی تو اس شخص کو جلاوطن کر دیا جاتا جس کا نام سب سے زیادہ لوگ لکھتے۔ یہ طریقہ غیر دستوری تھا لیکن اس کو جمہوری قرار دیا گیا اور بقول ارسطو جمہوریت کے نام سے ایسا استبدادی طریقہ اختیار کیا گیا تھا جس کے نتائج بہتر نہ نکلے۔ چنانچہ ابتدا میں تو اس کو جابر کے عزیزوں اور دوستوں کے خلاف استعمال کیا گیا مگر آگے چل کر یہ پارٹی بازوں کا ہتھیار بن گیا۔ اور آخر کار اس کو مسدود کر دینا پڑا۔

ایتھنز میں جمہوریت کے ارتقاء اور اس مملکت کی وسعت و ترقی پر ایرانی حملوں نے بھی بالواسطہ بہت اثر ڈالا۔ دارا، شاہ ایران نہ صرف ایران بلکہ مصر اور بابل کا بھی شہنشاہ تھا اور اس کی سلطنت شمال میں بحر اسود اور بحر روم تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے یونانی ریاستوں کو بھی ختم کرنا چاہا اور ۵۱۲ ق م میں پہلی بار یونان پر حملہ آور ہوا۔ ایرانی حملوں کا یہ سلسلہ متواتر رہا اور یونانی ریاستوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ بن گیا۔ ۴۸۰ ق م میں ایرانی فوجیں ایتھنز کے قریب پہنچ گئیں۔ یہ اس ریاست کے لئے بڑا نازک وقت تھا۔ لیکن شہریوں نے ہمت نہ ہاری اور بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور مراتھن کی جنگ

میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ۴۹۰ ق م میں ایرانیوں نے پھر حملہ کیا۔ اس وقت ایتھنز میں دو مدبر بہت بااثر تھے ایک تو ارسٹائیڈیز اور دوسرا تھیمسٹاکلیز اور ان دونوں نے آگے چل کر ایتھنز کی عظمت کو بڑھانے میں نمایاں حصہ لیا۔ ایرانیوں سے مقابلہ کے مسئلہ پر ان دونوں میں اختلاف رائے تھا۔ شہریوں نے تھیمسٹاکلیز کی تجویز سے اتفاق کیا اور ارسٹائیڈیز جلاوطن کر دیا گیا۔ یونانی ریاستوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ ایران جیسے زبردست دشمن کا تنہا مقابلہ کرنا کسی ریاست کے بس کا کام نہیں۔ اس لئے متحدہ مدافعت کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ کورنتھ میں یونانی ریاستوں کے نمائندے جمع ہوئے اور مشترکہ مدافعت کے لئے ایک یونانی لیگ قائم کی گئی۔ ریاستوں کی متحدہ افواج کا قائد اسپارٹا کو بنایا گیا۔ لیکن یونانی فوجوں کو شکست ہوئی اور ایرانیوں نے ایتھنز پر قبضہ کر کے اس کو تباہ کر دیا۔ اس شکست کے باوجود یونانیوں نے ہمت نہ ہاری اور تھیمسٹاکلیز نے یونانی بحری عہدہ داروں کی مدد سے ایک طاقتور بحریہ منظم کیا اور ۴۸۰ ق م میں سلامیز کی مشہور جنگ میں ایرانیوں کو شکست دی۔ اس کے بعد ایک سال کے اندر یونانی فوجوں نے اپنی ریاستوں کو ایرانی تسلط سے آزاد کر لیا۔ ان کامیابیوں نے اہل ایتھنز کے حوصلے بہت بڑھا دیئے۔ اور ان میں یہ اعتماد پیدا ہو گیا کہ جمہور کی قوت بڑے سے بڑے دشمنوں کو شکست دے سکتی ہے۔ جنگ سلامیز میں کامیابی عوام کی بحری خدمات کی بدولت ہوئی تھی اور اس سے عوام کا اثر بہت بڑھ گیا۔ مراتھن اور سلامیز کی جنگیں بہت اہم ثابت ہوئیں جیسا کہ ارسطو نے لکھا ہے ایران کی ان دو شکستوں نے ایتھنز کے نظام حکومت پر گہرے اثرات ڈالے۔ پہلی کامیابی جنرلوں اور مدبروں کی کوششوں کا نتیجہ تھی اور اس کی بدولت امراء کے گرتے ہوئے اقتدار کو پھر قدم جمانے کا موقع مل گیا تھا۔ دوسری کامیابی عوام کی بحری خدمات سے حاصل ہوئی تھی اور اس نے جمہوریت کو مستحکم کر دیا۔

اگرچہ ایرانیوں کو شکست ہو چکی تھی لیکن یونانی ان کی طرف سے مطمئن نہ تھے اور ان کو یہ فکر تھی کہ کہیں ایرانی پھر حملہ نہ کر دیں جنگ سلامیز کی کامیابی نے بحری طاقت کی اہمیت کو واضح کر دیا تھا اور یونانیوں نے یہ طے کیا کہ ایرانی حملہ کے خطرہ کو روکنے کے لئے یونانیوں کی بحری طاقت کو بڑھایا اور منظم کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت ۴۷۸ ق م میں تقریباً دو سو یونانی ریاستوں کا ایک عہد نامہ قائم کیا گیا جو ڈیلین لیگ کے نام سے مشہور ہے۔ لیگ کا انتظام ایک کونسل کے تفویض ہوا جس کا صدر ایتھنز کو منتخب کیا گیا اور ایتھنی جنرل ہی لیگ کے بحریہ کے کمانڈر بنائے گئے۔ لیگ کے اجلاس ڈیلوز میں ہوتے تھے اور ہر ریاست کو ایک ووٹ حاصل تھا۔ ڈیلوز میں لیگ کا ایک مشترکہ خزانہ بھی تھا جو ۴۵۴ ق م میں ایتھنز منتقل کر دیا گیا۔ لیگ کے رکن بحریہ کے لئے جہاز یا رقم دیتے تھے اور اس رقم سے ایتھنز جہاز فراہم کرتا تھا۔ ایتھنی مدبر اور جنرل ارسٹائیڈیز نے اس لیگ پر ایتھنز کے اقتدار کو بہت بڑھا دیا۔ اور چھوٹی ریاستیں ایتھنز کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئیں۔ یہ لیگ صرف مدافعانہ بلکہ جارحانہ ادارہ کے طور پر بھی کام کرنے کے لئے بنائی گئی تھی اور اس سے علاحدگی یا اس کے اصولوں کی خلاف ورزی کو بغاوت تصور کیا جاتا تھا۔ یہ اصول چھوٹی ریاستوں کی غلامی کا ذریعہ بن گیا۔ ایتھنز نے خلاف ورزی کرنے والی ریاستوں سے جنگ کر کے ان کو اپنا محکوم بنانا شروع کیا اور اس طرح ایتھنز کی جمہوری مملکت ایک سامراجی شہنشاہیت میں تبدیل ہو گئی لیکن ایتھنز کی شہنشاہیت میں بھی اس کی جمہوری روح کارفرما رہی اور

محکوم ریاستوں میں بھی جمہوری نظام اور جمہوری خیالات کو ترقی ہونے لگی۔ ایتھنی شہنشاہیت کے قیام سے ریاستوں کی آزادی تو ختم ہو گئی لیکن ان ریاستوں کے باشندوں کی آزادی اور ان کے جمہوری حقوق محفوظ ہو گئے۔ ارسٹائیڈیز طاقتور امیر اور سخت گیر جنرل ہونے کے باوجود جمہوریت کا حامی تھا۔ اس کی اصلاحات سے ایتھنز کے زمیندار طبقہ کے اقتدار پر شدید ضرب لگائی اور طبقۂ امراء کے اختیارات کم کر دیئے۔ ارسٹائیڈیز کے بعد ایک اور ممتاز عوامی قائد افیالیٹیز نمودار ہوا جو طبقۂ امرا کا شدید ترین مخالف تھا۔ اس نے اس طبقہ کے اقتدار کے خلاف بڑی منظم تحریک شروع کی اور امرا کی کونسل کو اس کے متعدد اہم اختیارات سے محروم کر دیا۔ چنانچہ امرا افیالیٹیز کے دشمن ہو گئے اور اس کو قتل کر دیا گیا۔ لیکن جمہوری تحریک روز افزوں ترقی کرتی رہی۔ افیالیٹیز کا ایک رفیق کار پرکلیز تھا جو اس کے بعد جمہوری تحریک کے قائد کی حیثیت سے نمایاں ہونے لگا اور آگے چل کر جمہوری ایتھنز کا عظیم ترین رہنما ثابت ہوا۔

پرکلیز کا تعلق ایک دولت مند خاندان سے تھا۔ لیکن وہ ہمیشہ عوام اور جمہوری حقوق کی حمایت کرتا رہا، اور اپنی قابلیت دیانت، فہم و فراست، دوراندیشی اور کمال خطابت کی وجہ سے اہل ایتھنز کے دلوں پر قبضہ کر لیا۔ ۴۶۱ ق۔م میں پرکلیز پہلی مرتبہ جنرل منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد مسلسل تیس سال تک وہ ہر سال جنرل منتخب ہوتا رہا اور ایتھنز کی قیادت بالکلیہ اس کے ہاتھ میں رہی۔ چنانچہ یہ دور عہد پرکلیز یا ایتھنز کا عہد زریں کہا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ایتھنی جمہوریت اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گئی اور یونان کی سب سے زیادہ طاقتور اور خوشحال مملکت بن گئی۔ اہل ایتھنز پر پرکلیز کے اثر کی یہ کیفیت تھی کہ بعض لوگ یہ کہنے لگے تھے کہ ایتھنز میں جمہوریت تو محض نام کی ہے ورنہ اصل حکمران تو پرکلیز ہے جس نے سارے ایتھنز کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ لیکن اتنی زیادہ مقبولیت اور اقتدار کے باوجود پرکلیز نے اپنے اختیارات کا کبھی غلط استعمال نہیں کیا اور ہر ممکن طریقہ سے جمہوریت کا تحفظ کرتا اور اس کو ترقی دیتا رہا جمہوریت اور جمہوری اداروں کے احترام کو اس نے ہمیشہ ملحوظ رکھا چنانچہ قومی اسمبلی اس سے مواخذہ کرتی تھی اور وہ اپنے کاموں کے لئے اس کے سامنے جوابدہی کرتا تھا۔

پرکلیز کے عہد میں جمہوریت کے ایک اور اہم عنصر فرقہ بندی کو بھی فروغ ہوا۔ اس زمانہ میں ایتھنز میں دو سیاسی جماعتیں تھیں۔ ایک تو جمہوریت پسند اور دوسری قدامت پسند۔ پہلی کا لیڈر پرکلیز تھا اور دوسری کا کیمون اور اس کا جانشین مشہور مورخ تھوکا ڈائڈیز ہوا۔ ان پارٹیوں میں اختلاف طرز حکومت پر نہیں بلکہ نظم و نسق پر تھا اور دو اہم اختلافی مسائل یہ تھے۔ ایتھنز اور اسپارٹا کے تعلقات۔ اتحادیوں سے تعاون کی نوعیت۔ اور داخلی پالیسی۔ قدامت پسند پارٹی اسپارٹا سے خوشگوار تعلقات کی حامی تھی اس کا یہ نظریہ تھا کہ ایتھنز اور اسپارٹا یونان کے دو بازو ہیں۔ اگر دونوں ایک دوسرے کے رفیق نہ بن سکیں تو کم از کم رقیب بھی نہ ہوں لیکن جمہوریت پسند اسپارٹا سے جنگ کو ناگزیر تصور کرتے تھے اور ان کا یہ خیال تھا کہ اسپارٹا ایتھنز کا پیدائشی دشمن ہے جس سے کسی حال میں بھی دوستی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ایتھنز اسپارٹا کے خلاف جنگ کے لئے پوری طرح تیار رہے۔ ڈیلین لیگ میں شریک ہونے والی ایتھنز کی حلیف ریاستیں رفتہ رفتہ اس کی محکوم بن گئی تھیں اور ایتھنی شہنشاہیت قائم ہو گئی تھی۔ قدامت پسند چاہتے تھے کہ ان ریاستوں سے اچھا برتاؤ کیا جائے اور ان سے جو محاصل وصول ہوں وہ خود ان کی ترقی پر صرف کئے جائیں لیکن جمہوریت پسند

پارٹی یہ نظریہ تھا کہ ان ریاستوں پر ایتھنز کا اقتدار برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اگر نرم پالیسی سے کام نہ چلے تو سختی سے کام لیا جائے اور سرکشی کرنے والی ریاستوں کو ہر طریقہ سے دبا دیا جائے۔ نیز ان ریاستوں میں ایتھنز کے شہریوں کو زمینیں دے کر آباد کیا جائے تاکہ ایتھنز کا اقتدار زیادہ مستحکم اور دیرپا ہو سکے، داخلی پالیسی کی حد تک قدامت پسند پارٹی اس بات کی تو معترف تھی کہ پرکلیز ایتھنز کو ہر ممکن طریقہ سے ترقی دینے اور باعظمت بنانے کے لئے کوشاں ہے لیکن نظم و نسق کی تفصیلات میں جزوی اختلاف تھا۔ اور تمام اختلافی مسائل پر، خواہ وہ خارجی ہوتے یا داخلی، دونوں پارٹیوں میں خوب بحث کی جاتی اور عوام کے فیصلہ کے مطابق ان کا تصفیہ ہوتا تھا۔ پرکلیز کے سیاسی مخالف بھی اس بات کے معترف تھے کہ اس کے دور میں جمہوریت نے بہت ترقی کی ہے اور ایتھنز کی عظمت و قوت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ پرکلیز کے عہد میں ایتھنز کی جمہوری ترقی اور اس کی نوعیت کا صحیح اندازہ اس کے نظام حکومت سے ہوتا ہے جو جمہوریت پسندوں نے طویل کشمکش کی دشوار منزلیں طے کرنے کے بعد قائم کیا تھا۔

نظام حکومت

ایتھنز کے نظام حکومت میں یونانی جمہوریت کا یہ اصول پوری طرح کارفرما تھا کہ آزاد شہریوں کو نہ صرف رائے دینے بلکہ حکومت میں براہ راست حصہ لینے، اس کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے اور اس کے عہدہ داروں سے مواخذہ کرنے کا حق حاصل ہے چنانچہ ایسے چند عہدوں کے سوا جن کے لئے خاص مہارت اور صلاحیت کی ضرورت ہوتی تھی باقی تمام عہدوں پر قرعہ اندازی کے ذریعہ تقرر ہوتا تھا اور عہدوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ہر شہری کو اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی عہدہ ضرور مل جاتا تھا۔ ارسطو نے دستور ایتھنز میں عہدوں کی جو تفصیل بیان کی ہے وہ کئی ہزار ہے۔ ان میں سے تقریباً پانچ فیصد کا انتخاب رائے دہی کے ذریعہ ہوتا تھا اور باقی سب قرعہ اندازی سے منتخب کئے جاتے تھے۔ جن میں عدالت، پولیس، مالیات اور تعمیرات اور دوسرے محکموں کے عہدہ دار اور مجالس کے ارکان سب ہی شامل تھے۔ قرعہ اندازی کا اصول اس لئے نافذ تھا کہ جمہوریت کا لزوم تصور کیا جانے لگا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ انتظام کیا جاتا تھا کہ اہم عہدوں پر نااہل لوگوں کے تقرر سے نظم و نسق کو نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ انتخاب کے بعد ایک قسم کا آزمائشی امتحان ہوتا تھا جس کے متعلق جیوری کے ارکان ہوتے تھے۔ اگر کوئی شخص اس امتحان میں نااہل ثابت ہوتا تو اس کا انتخاب منسوخ کر دیا جاتا تھا۔ لیکن ارسطو نے اس امتحان کی جو تفصیل بیان کی ہے۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امتحان محض برائے نام تھا۔ اور نااہلوں کو روکنے کا مؤثر ترین اصول یہ تھا کہ مدت عہدہ ختم ہونے کے بعد ہر عہدہ دار کا محاسبہ کیا جاتا تھا اور نہ صرف بددیانتی بلکہ نااہلی کا الزام ثابت ہونے پر بھی سزا دی جاتی تھی۔ اس محاسبہ کے خوف سے نااہل اشخاص عہدوں کے امیدوار نہ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی شخص کو سرکاری عہدہ بالعموم ایک مرتبہ سے زیادہ نہ ملتا تھا۔ اور فوجی، بحری اور چند دوسرے عہدوں کے لئے قرعہ اندازی نہ ہوتی تھی۔ مملکت کے اعلیٰ ترین عہدہ دار آرکن تھے جن کی تعداد پہلے تین تھی اور یہ باسی لیس، پول مارک اور آرکن کہے جاتے تھے۔ ان میں سے آرکن جو پہلے سب سے کم درجہ کا تھا، کچھ مدت میں سب سے ہو گیا اور آرکنوں کی مدت عہدہ کا سال بھی اس کے نام سے موسوم

کیا جانے لگا۔ ۶۸۳ ق-م میں آرکنوں کی تعداد نو کر دی گئی۔ مملکت کے اعلیٰ ترین عہدہ داروں کے اس بورڈ کا ایک صدر ہوتا تھا جو آرکن کہلاتا تھا اور دوسرے آرکن دوسرے ناموں سے موسوم کئے جاتے تھے۔ پہلے آرکن دس سال کے لئے منتخب کئے جاتے تھے اس کے بعد ایک سال کے لئے ان کا انتخاب ہونے لگا اور ۴۸۷ ق-م میں آرکنوں کے انتخاب کے لئے بھی قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ اس تبدیلی سے وہ سیاسی کشمکش ختم ہو گئی جو اس عہدہ پر انتخاب کے لئے مدتوں جاری رہی تھی۔ آرکن کو نظم و نسق کے اختیارات کے علاوہ عدالتی، عسکری اور مذہبی اختیارات بھی حاصل تھے جو رفتہ رفتہ محدود ہوتے گئے۔ آرکنوں کا نہ صرف انتخاب کیا جاتا تھا بلکہ یہ اپنے کاموں کے لئے عوام کے سامنے جوابدہ بھی تھے۔

ایتھنز کے عہدہ داروں میں سب سے اہم فوجی جنرل تھے۔ جن کی تعداد دس تھی۔ ہر قبیلہ سے ایک جنرل منتخب کیا جاتا تھا۔ یہ جنرل پہلے تو قبائلی سپہ سالار ہوتے تھے پھر کسی ایک حربی شعبہ کے سپہ سالار مقرر کئے جانے لگے اور پھر ان کا ایک سپہ سالار اعظم بنا دیا گیا۔ جنگ میں فوجوں کی قیادت کے علاوہ مملکت کا دفاع اور داخلی افواج کا انتظام اور سالانہ فوجی میزانیہ تیار کرنا جنرلوں سے متعلق تھا۔ اس کے علاوہ خارجی امور میں بھی ان کا بڑا دخل تھا۔ یہی معاہدے کرتے، خراج وصول کرتے اور ماتحت ریاستوں کی فوجوں کے سپہ سالار ہوتے تھے۔ جنرلوں کا ایک اور اہم فرض ایتھنز کے لئے رسد فراہم کرنا تھا۔ جنرل اپنے متعلقہ شعبوں سے متعلق تمام امور کو کونسل اور اسمبلی میں پیش کر کے ان کا تصفیہ کراتے تھے۔ عوامی اسمبلی میں ان کا انتخاب ہوتا تھا اور یہ اس کے سامنے جوابدہ بھی تھے۔

فوج اور بحریہ کے علاوہ شعبۂ مالیات بھی ایک ایسا محکمہ تھا جس کے لئے فنی ماہروں کی ضرورت تھی اور اس کا انتظام ایک بورڈ کے تفویض تھا۔ صرف اہل افراد ہی اس بورڈ کے رکن منتخب کئے جاتے تھے اور بورڈ کے صدر کے توسط سے حکومت کے مختلف شعبوں کو رقمیں دی جاتی تھیں۔ ان عہدہ داروں کے علاوہ مجالس، نیز عدالتوں اور جیوریوں کے ارکان بھی مملکت کے اہم عہدہ دار تھے۔ اور یہ سب عہدے انتخابی تھے۔ فرق یہ تھا کہ فوجی، بحری اور مہارت طلب عہدوں کے لئے رائے دہی سے انتخاب کیا جاتا تھا اور دوسرے سب عہدہ دار قرعہ اندازی کے ذریعہ منتخب ہوتے تھے۔

مجلس امرا

ایتھنز میں جمہوری ارتقاء کی جد و جہد میں سب سے زیادہ اہمیت امراء کی با اقتدار مجلس آریو پاگس کو حاصل ہے جو صدیوں تک اس مملکت کے اعلیٰ ترین حکومتی ادارہ کے طور پر کام کرتی رہی۔ یہ مجلس اس نام کی ایک پہاڑی پر نشست کرتی تھی اور اس پہاڑی کو ایتھنی روایات میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ آریو پاگس مملکت کے تمام امور کی نگران اور قدیم ترین کونسل تھی۔ ابتداء میں یہ بادشاہوں کی مجلس مشاورت تھی اور صرف امراء پر مشتمل ہوتی تھی۔ ایتھنی روایات میں اس کو قابل احترام ادارہ اور دیوتاؤں کی قائم کردہ مجلس تصور کیا جاتا تھا۔ یہ بہت باوقار جماعت تھی اور ایتھنز کے تمام آرکن مدت عہدہ ختم ہونے کے بعد اس کے رکن بن جاتے تھے۔ آرکن باسی لیس اس کی صدارت کرتا تھا۔ جب آرکنوں کو عام رائے سے منتخب کیا جانے لگا تو اس مجلس کی نوعیت بھی بدل گئی۔ اور اس کا سابقہ اقتدار بھی کم ہونے لگا۔ آریو پاگس خاص انتظامی ادارہ بھی تھی اور اعلیٰ عدالت بھی اور اس کو یہ حق

مملکت کی حفاظت اور شہریوں پر احتساب کے اختیارات حاصل تھے۔ ڈریکو کے عہد میں اس کو قوانین بنانے اور ان کو نافذ کرنے کے اختیارات مل گئے تھے۔ سولن نے اس کو اپنے نئے دستور مملکت کا محافظ بھی بنا دیا۔ اس مجلس کو مجسٹریٹوں پر مقدمات کی سماعت کرنے اور سزا دینے کا اختیار حاصل تھا نیز غداری اور قتل جیسے شدید جرائم کے مقدمات بھی اس کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ جمہوریت میں اعتدال قائم رکھنے اور نازک حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اس مجلس کو ضروری سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جمہوریت کی ترقی کے ساتھ اس مجلس کے اقتدار کی بھی مخالفت بڑھنے لگی۔ ایرانیوں کے خلاف جنگ میں اس مجلس نے اتنے نمایاں کام انجام دیئے تھے کہ اس کا کھویا ہوا اقتدار واپس مل گیا تھا لیکن اس کے خلاف جمہوری کشمکش بدستور جاری رہی اور جنگ سلامیز کے بعد جب یونانی دریا نورد با اقتدار ہوئے تو ان کے جمہوریت پسند رہنما افیالٹیز نے مجلس کے ارکان اور عہدہ داروں کے خلاف تنقید و مواخذہ کی مہم بڑی شدت سے چلائی اور اس کا اقتدار متنزل کر دیا۔ افیالٹیز کے رفیق کار پریکلیز نے اس مہم کو تیز تر کر دیا۔ اور آخر کار مجلس نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ ۴۶۲ ق-م میں ایسے قوانین بنائے گئے جن کی رو سے یہ مجلس اپنے عدالتی اقتدار، دستور کی محافظت، مجسٹریٹوں کی نگرانی اور احتسابی اختیارات سے محروم ہو گئی۔ پھر اس کی خود مختاری ختم کر دی گئی اور اس کو عدالتوں کے سامنے جوابدہ بنا دیا گیا۔ ۴۵۲ ق-م کے بعد تو اس کی حیثیت صرف ایک ایسی عدالت کی رہ گئی جہاں مذہبی نوعیت کے مقدمات پیش ہوتے تھے۔ اس مجلس کی اپنے وسیع اختیارات سے محرومی ایتھنز میں جمہوریت کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ ایتھنی عوام کی جدوجہد دراصل اسی مجلس کے اقتدار کے خلاف مرتکز تھی اور اس میں ان کی کامیابی نے جمہوریت کی راہ سے سب سے بڑی رکاوٹ دور کر دی۔

عوامی اسمبلی

آریوپیگس کا اقتدار ختم ہوا تو ایتھنز کے شہریوں کی عوامی اسمبلی مقتدر اعلیٰ بن گئی جو اکلیشیا کہی جاتی تھی۔ اٹھارہ سال سے زیادہ عمر کے تمام مرد جو پیدائش سے ایتھنز کے شہری ہوتے اسمبلی کے رکن ہوتے تھے۔ ایتھنز کا سال دس مہینوں میں منقسم تھا اور ہر مہینہ میں چار مرتبہ عوامی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنا لازمی تھا۔ اس کے علاوہ خاص اجلاس بھی اہم مسائل پر غور کرنے کے لئے طلب کئے جاتے تھے۔ اجلاس کا پیش نامہ ایک کمیٹی تیار کرتی تھی۔ اجلاسات کی بہتری کی کوشش کی جاتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ شہری اجلاس میں شرکت کریں۔ چنانچہ شرکت کرنے والوں کو معقول الاؤنس بھی دیا جاتا تھا۔ جلسہ کا صدر ہر روز بذریعہ قرعہ اندازی منتخب ہوتا تھا۔ صدر قرارداد پیش کرتا تھا۔ اگر اسمبلی چاہتی تو مباحثہ کرتی ورنہ فوراً رائے لے لی جاتی۔ مباحثہ میں ہر شہری کو تقریر کرنے یا ترمیم پیش کرنے کا حق تھا۔ اور اسمبلی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا تھا جس کی اپیل نہ ہو سکتی تھی۔ گویا اس کو بادشاہ اور پارلیمنٹ سب کے اختیارات حاصل تھے اور یہ ان کو استعمال کرتی تھی۔ اتنی بڑی اسمبلی میں قانون کا توڑا ہو جانا ناگزیر تھا اور ایتھنی عوام بھی قانون کے اقتدار کو نہ روک سکے۔ چنانچہ اسمبلی کے صدر اور منتخب کردہ عہدہ داروں کے بجائے حقیقی حکمران وہ عوامی لیڈر بن گئے جو اپنے زور خطابت سے عوام کی حمایت حاصل کر لیتے تھے۔ اسمبلی کے اختیارات بہت وسیع تھے اور وہ حکومت کے تمام معاملات پر غور کرتی تھی۔ یہی اسمبلی حکومت کے تمام عہدہ داروں کا بذریعہ قرعہ اندازی انتخاب کرتی تھی اور ان سے مواخذہ کرنے اور مقدمہ چلانے کا اختیار بھی اس کو حاصل تھا۔ عوامی اسمبلی اعلیٰ ترین حکومتی ادارہ تھی اور داخلی نظم و نسق کے علاوہ خارجی امور

سفیروں کا تقرر، امور بحری، جنگ و صلح اور جرنیلوں کے لئے جرنیلوں کا تقرر، محکوم ریاستوں کے معاملات، تجارتی تعلقات، مالگزاری و مالیات، سرکاری مذہب کا تحفظ، شہری حقوق و اعزازات، جلاوطنی اور عام معافی جیسے اہم مسائل کا تصفیہ یہی اقتدار اسمبلی کرتی تھی۔ عوامی اسمبلی نے یہ وسیع اختیارات بڑی کشمکش کے بعد حاصل کئے تھے اور اس کا یہ اقتدار ایتھنز میں جمہوری نظام کی ترقی و عروج کا مظہر تھا۔

مجلس پنج صد

عوامی اسمبلی کے بعد سب سے اہم ادارہ مجلس پنج صد تھی جو در اصل ایتھنز کی مستقل حکومت تھی۔ کیونکہ اسمبلی تو مقررہ اوقات پر نشست کرتی تھی۔ لیکن مجلس پنج صد ہمیشہ برسر اجلاس رہتی۔ یہ مجلس ایتھنز کے ہر قبیلہ کے پچاس پچاس ارکان پر مشتمل ہوتی تھی جن کا انتخاب ایک سال کے لئے بذریعہ قرعہ اندازی کیا جاتا تھا۔ امیدوار کے لئے تیس سال سے زیادہ عمر ہونا ضروری تھا اور عموماً اہل افراد ہی رکنیت کے امیدوار ہوتے تھے۔ کیونکہ ہر رکن انفرادی طور پر ذمہ دار قرار دیا گیا تھا اور مدتِ عہدہ ختم ہونے پر اس کا محاسبہ کیا جاتا تھا۔ اس مجلس کا جلسہ ہر روز ہوتا تھا۔ صدارت کے لئے ہر قبیلہ کو ایک مہینہ دیا جاتا تھا اور اس مہینہ میں ہر روز اس قبیلہ کا ایک رکن چوبیس گھنٹے کے لئے صدر منتخب ہوتا تھا۔ ادارۂ عاملہ کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے پانچ سو ارکان کی مجلس بہت بڑی جماعت تھی اس لئے اراکین کی کمیٹیاں بنا دی جاتی تھیں۔ کچھ کمیٹیاں تو عارضی اور وقتی ہوتی تھیں اور کچھ مستقل۔ مستقل کمیٹیاں اس مجلس اور عوامی اسمبلی میں ربط قائم رکھتی تھیں۔ پانچویں صدی قبل مسیح سے دس ارکان کا ایک بورڈ بنایا جانے لگا جو اسمبلی کا پیش نامہ تیار کرتا تھا۔ اس مجلس کا بنیادی فرض اسمبلی کے فیصلوں کو روبہ عمل لانا تھا۔ چنانچہ انتظامی امور میں اس کو عہدہ داروں پر اقتدار حاصل تھا اور وہ ان کو ہدایات دینے کے لئے طلب کر سکتی تھی۔ حکومتی عہدوں کے لئے امیدواروں کو جانچنے کا کام بھی اس کے تفویض تھا۔ خارجی امور اور بحریہ کے انتظامات، مالیات پر نگرانی، محاصل کی وصولی۔ قومی قرضوں کی ادائی۔ محکموں کے لئے رقمی منظوری اور رسد کے انتظامات اس کے اہم فرائض میں داخل تھے۔ اس کے علاوہ مواخذہ کے مقدمات نیز فساد، سازش، غداری اور رشوت کے مقدمات اور مجسٹریٹوں کے خلاف مرافعہ کی سماعت کے اختیارات بھی اس کو حاصل تھے۔ ایتھنز کے جمہوری نظام حکومت میں اس اسمبلی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی لیکن یہ کبھی مملکت پر مسلط نہیں ہوئی اور اس کا سبب مجلس کی انتخابی اور جمہوری نوعیت تھی۔ ہر سال شہریوں کی کافی تعداد اس کی رکن منتخب ہوتی تھی جو عوام کے جذبات کا احترام کرنے پر مجبور تھے ورنہ ختم مدت پر ہر رکن کو اس کی سزا دی جا سکتی تھی۔

عوامی عدالت

ایتھنز میں عوامی اسمبلی کا ایک متوازی ادارہ عوامی عدالت تھی جس کو ہیلیا کہتے تھے۔ یہ ایک نمائندہ اور ذمہ دار جماعت تھی جو تیس سال سے زیادہ عمر کے تمام شہریوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ لیکن عدالتی خدمت رضاکارانہ تھی اور صرف وہی شہری اس کے لئے طلب کئے جاتے تھے جو اس کے لئے اپنا نام پیش کرتے اور جن کو اس کا اہل بھی سمجھا جاتا تھا۔ ابتداً یہ مجلس ایتھنز کی عدالت مرافعہ تھی جو سولن نے قائم کی تھی۔ اس کے بعد یہ بتدریج ترقی کر کے نہایت وسیع ادارہ بن گئی۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں عوامی عدالت کے ارکان کی تعداد غیر معین تھی۔ چوتھی صدی میں پانچ سو ارکان کے دس شعبے قائم کئے گئے اور ایک ہزار

ارکان کے نام محفوظ فہرست میں رکھے جانے لگے۔ ہر شعبہ کا تعلق ایک حلقہ سے تھا۔ اور شعبہ کے ہر ایک رکن کو ایک ایک ٹکٹ دیا جاتا تھا جس پر رکن کا نام اور متعلقہ شعبہ اور حلقہ کا نمبر اور نام درج ہوتے تھے۔ مقدمہ کی سماعت کے لئے شعبہ کے تمام ارکان کی موجودگی لازمی نہ تھی۔ بعض مقدمات کی سماعت صرف ایک شعبہ کے کچھ ارکان کرتے اور بعض کے لئے کئی شعبوں کے ارکان جمع کئے جاتے اس طرح دو سے ڈھائی ہزار تک ارکان مقدمہ کی سماعت کرتے تھے۔ ایک دفعہ تو چھ ہزار اشخاص نے ایک مقدمہ کی سماعت کی تھی۔ فیصلہ کثرت رائے سے کیا جاتا تھا۔ ایتھنز میں عدالتوں کے سامنے بحث عموماً سیاسی جلسوں میں تقریر کی طرح ہوتی اور جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ ایک چرب زبان مقرر کسی ملزم کو آسانی سے سزا دلوا سکتا تھا۔

سیول اور فوجداری قانون کے تحت مقدمات الگ الگ ہوتے تھے۔ سیول یا نجی مقدمات متعلقہ اشخاص دائر کرتے تھے اور فوجداری مقدمہ کو قومی مقدمہ تصور کیا جاتا تھا اور یہ حکومت کے خلاف ہوتے تھے۔ مکمل شہری حقوق رکھنے والا ہر شخص اس قسم کا مقدمہ چلا سکتا تھا۔ لیکن یہ شخص اگر جیوری کے جملہ ووٹوں کا پانچواں حصہ حاصل نہ کر سکتا تو اس پر جرمانہ کیا جاتا اور آئندہ کے لئے وہ اپنے اس حق سے محروم ہو جاتا تھا۔ جیوری کے ارکان مروجہ قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کا حلف لیتے تھے۔ لیکن قانون سے یہ برائے نام ہی واقف ہوتے تھے اور عموماً دونوں فریقوں کے حوالوں سے یہ اندازہ کرتے تھے کہ قانون کیا ہے۔ ان کی تنخواہیں بہت کم تھی اس لئے بدعنوانیاں ہوتی تھیں۔ جب کسی دولت مند شخص پر مقدمہ چلایا جاتا تو یہاں تک کہا جاتا تھا کہ حکومت کی مالی حالت اچھی نہیں۔ اگر عدالت نے اتنے دولت مند آدمی کو مجرم قرار دے کر اس کی املاک ضبط نہ کی تو جیوری کے ممبروں کو تنخواہ نہ مل سکے گی رشوت کا انسداد کرنے کے لئے ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا تھا کہ ارکان جیوری کو عین وقت پر یہ اطلاع دی جاتی تھی کہ وہ کس عدالت میں مقدمہ کی سماعت کریں گے۔ قومی عدالت کی ان کمزوریوں کا ارسطو بھی معترف ہے لیکن اس کا یہ خیال ہے کہ عوام اقتدار اعلیٰ ہیں اور عوامی اسمبلی و قومی عدالت کے ذریعہ وہ اپنا یہ اقتدار استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ اصول اس اعتبار سے درست معلوم ہوتا ہے کہ رشوت و جنبہ داری جیسی بدعنوانیوں میں چند اشخاص جس آسانی سے مبتلا ہو سکتے ہیں اتنی بڑی تعداد نہیں ہو سکتی۔

ایتھنز میں معمولی مقدمات کا فیصلہ قرعہ اندازی سے مقرر کئے ہوئے عہدہ دار کرتے تھے اور ان کے فیصلہ کی اپیل نہ ہو سکتی تھی۔ اس سے بڑے مقدمات حکم کے فیصلہ کے لئے پیش کئے جاتے تھے۔ حکم ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے ہوتے تھے اور ان کا تقرر بھی قرعہ اندازی سے ہوتا تھا۔ اگر وہ یہ فرض انجام دینے سے انکار کرتے تو حقوق شہریت سے محروم کر دیئے جاتے۔ حکم کے سامنے پیش ہونے والے مقدمات میں یہ حق بھی حاصل تھا کہ کوئی فریق اس کو جیوری کے فیصلہ کے لئے پیش کر دے۔

جن قوانین کے تحت مقدمات کی سماعت ہوتی تھی وہ تعداد میں زیادہ نہ تھے۔ ہر سال کے شروع میں عوامی اسمبلی کے سامنے تمام قوانین پڑھ کر سنائے جاتے تھے اور اراکین اسمبلی کو یہ اختیار تھا کہ وہ کسی قانون کو منسوخ کر دینے یا اس میں ترمیم کرنے کی تحریک پیش کریں۔ ایسی تحریکیں قومی عدالت کی ایک کمیٹی کے سامنے پیش کی جاتی تھیں جو پانچ سو سے لے کر ایک ہزار تک ارکان پر مشتمل ہوتی تھی محرک اپنی ترمیم شائع کر دیتا تھا اور قومی اسمبلی پانچ وکیل مقرر کرتی تھی۔ کمیٹی کے سامنے دونوں فریق اپنی دلیلیں پیش کرتے اور اس کے بعد

کمیٹی ترمیم کر کے منظور یا رد کرنے کا فیصلہ کرتی تھی۔ اگر حکومت کوئی قانون بدلنا چاہتی تو وہ بھی اس کو شائع کر دیتی اور اس پر مجلس کے سامنے انفرادی تحریکوں کی طرح بحث کے بعد فیصلہ کیا جاتا تھا۔ گویا کہ ایتھنز میں قانون سازی عوامی اسمبلی اور قومی عدالت کے تعاون سے ہوتی تھی۔ کیونکہ عوامی اسمبلی مقتدرِ اعلیٰ انتظامی ادارہ ہونے کے باوجود قانون ساز نہ تھی اور یہ تصور کارفرما تھا کہ قانون کو برتری حاصل ہے اور اس کی محافظ عدالت ہے۔

ایتھنز کے ان با اختیار جمہوری اداروں اور وسیع جمہوری حقوق کی وجہ سے ایتھنز میں جمہوریت نے بہت فروغ پایا۔ اور مملکت کا اقتدارِ اعلیٰ پوری طرح سے شہریوں کو حاصل ہو گیا تھا۔ لیکن اس جمہوریت کا سب سے زیادہ غیر جمہوری اور تاریک پہلو یہ تھا کہ یہ تمام شہری حقوق، جمہوری ادارے اور حکومت کے اختیارات باشندوں کی ایک معمولی اقلیت کے لئے مخصوص تھے۔ اور غلاموں کی کثیر آبادی جو تعداد میں آزاد شہریوں سے پانچ گنی تھی اور جس کی جدوجہد پر ایتھنز کا تمام معاشرتی اور اقتصادی نظام قائم تھا ہر قسم کے شہری حقوق سے یکسر محروم تھی۔ اس کے علاوہ آزاد شہریوں کی اقلیت میں بھی یہ حقوق صرف مردوں کو حاصل تھے۔ یونانی تہذیب کی اس بنیادی خرابی اور ایتھنی جمہوریت کے دوسرے نقائص کے باوجود یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ قدیم یونان کے باشندوں نے آزاد شہریوں کی جمہوریت کو بہت فروغ دیا جو ایتھنز میں اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گئی اور آنے والی قوموں کیلئے دلکش و فیض آفریں مثال قائم کر گئے۔

اسلامک آئیڈیالوجی
مصنف:- خلیفہ عبدالحکیم
قیمت:- دس روپے

اسلام اینڈ کمیونزم
مصنف:- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
قیمت:- آٹھ روپے

محمڈن ایجوکیٹر
مصنف:- رابرٹ گلک
قیمت:- تین روپے

ویمن ان اسلام
مصنف:- مظہرالدین صدیقی
قیمت:- پانچ روپے بارہ آنے

فنڈامینٹل ہیومن رائٹس
مصنف:- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
قیمت:- آٹھ آنے

اسلام اینڈ تھیوکریسی
مصنف:- محمد مظہرالدین صدیقی
قیمت:- ایک روپیہ آٹھ آنے

ملنے کا پتہ:- ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ۔ لاہور۔ (پاکستان)